Dareecha-e-Tahqeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 4
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ثناہارون
لیکچرار، ماس کمیونیکیشن گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

انقلاب 1857ء کی کہانی، معاصر اخبارات کی زبانی

Sana Haroon
Lecturer, Mass Communication Government College University, Faisalabad

The Story Of The Revolution Of 1857, Oral By Contemporary Newspapers

Urdu journals in the Indian subcontinent began in the second decade of the 19th century. At the beginning of Urdu journals, the British were laying their tentacles on India. Urdu newspapers and journalists highlighted the spirit of patriotism among Indians. The newspapers of that time gave full coverage to the freedom struggle of 1857. The achievements of The Indians were well played out. News of the defeat of the British was published across India. News of the victory and success of the Indians continued to be published. But when the war of independence was defeated, these journalists faced the atrocities of the British. Despite suffering at the hands of the British, the spirit of journalists did not diminish. Urdu journalism has played a very important role in the independence of the subcontinent. The nation will always remember the role of the stars of journalism who fight the Independence war with bravery.

Key Words: Journalism, newspapers, coverage, achievements, victory, success, freedom.

کلیدی الفاظ: جامِ جہاں نما، مراۃ الاخبار، آرڈی نینس، سلطان الاخبار۔

ہندوستان میں صحافت کا آغاز ہوا تو وہ اپنے دامن میں انگریز مخالفت بھی ساتھ لے کر آئی۔ سب سے پہلے تو خود انگریز صحافیوں جن میں ولیم بولٹس، جیمس اگسٹس ہکی، ولیم ڈان، ڈاکٹر چارلس میکلین، مسٹر فیئر اور جیمس سالک بکنگھم وغیرہ کے نام شامل ہیں، ان کو انگریز حکام پر نکتہ چینی کرنے پر ملک بدر کیا گیا۔ اُردو کا پہلا "اخبار جامِ جہاں نما" جب کلکتہ سے ۲۷ مارچ ۱۸۲۲ء کو جاری ہوا تو اسے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی لیکن ایک بار پنجاب کے حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بارے میں ایک متنازع مضمون شائع کرنے پر اسے سرکاری اعانت سے محروم ہونا پڑا۔ راجہ رام موہن رائے نے ۱۲۔ اپریل ۱۸۳۳ء کو ہندوستان میں فارسی زبان کا سب سے پہلا اخبار "مراۃ الاخبار" جاری کیا۔ ابھی اس کی اشاعت کو ایک سال بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ گورنر جنرل جان ایڈم نے ہندوستان میں ۱۴/ مارچ ۱۸۲۲ء کو دیسی اخبارات پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کی غرض سے پریس آرڈی نینس جاری کیا۔ راجہ رام موہن رائے نے اس کی زبردست مخالفت کی اور قانونی چارہ جوئی بھی کی لیکن ناکامی کے بعد انھوں نے آرڈی نینس کے اجرا کو حکومت کی مطلق العنانی قرار دیتے ہوئے "مراۃ الاخبار" کو احتجاجاً بند کر دیا۔[(۱)]

اس کے بعد رجب علی لکھنوی حسینی کی ادارت میں ۲ / اگست ۱۸۳۵ء کو فارسی اخبار "سلطان الاخبار" جاری ہوا تو ملک میں اس کی دھوم مچ گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کمپنی بہادر کے عہدیداروں اور انگریز حاکموں کے خلاف آواز بلند کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن رجب علی لکھنوی حسینی نے بڑی بے باکی اور بے خوفی کے ساتھ مخالفانہ آواز بلند کی۔ ہوا یوں کہ ایک انگریز نے کسی ہندو دوشیزہ سے بدسلوکی کی اور بعد میں پولیس سے ساز باز کر کے لڑکی کے پورے خاندان کو چوری کے الزام میں جیل میں قید کرا دیا۔اس کی خبر شائع کرتے ہوئے رجب علی لکھنوی نے خبر کے آخر میں انگریز احکام پر یوں طنز کیا:"ایں است ظلم انگریز بر رعیت۔"(2)

اس کے علاوہ "سلطان الاخبار" میں عدالت کی مقامی افراد کے خلاف چیرہ دستیوں اور ڈاک خانے کے ملازمین کی خیانت کو اُجاگر کرتے ہوئے ایک اور خبر شائع ہوئی۔ اس میں مدیر کی دیانت داری اور انصاف پسندی واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اُردو صحافت کے معتبر محقق محمد عتیق صدیقی "سلطان الاخبار" کے مدیر کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"رجب علی لکھنوی یقیناً بڑے باہمت آدمی تھے۔ ان کے اخبار کی خبریں اور ان خبروں پر ان کا دل کش تبصرہ پڑھتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ کمپنی انگریز بہادر کے دارالسلطنت کلکتہ میں بیٹھ کر وہ اخبار نہیں نکالتے تھے بلکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی چھاتی پر مونگ دلتے تھے۔ "سلطان الاخبار" کا کوئی نمبر مشکل ہی سے ملے گا جس میں انگریزوں کی زیادتیاں اور انگریزی عدالتوں کی ناانصافیاں اور بدعنوانیاں کھلے اور واضح لفظوں میں نہ بیان کی گئی ہوں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مدیر حسینی اعلانیہ یہ لکھنے کی ہمت بھی رکھتے تھے کہ "بازار رشوت در ہر عدالت انگریز گرم است۔" یہ وہ اخبار ہے جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی اپنی حریت پسندی اور سرفروشی کے جوہر دکھائے۔ نتیجتاً ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے سلسلہ میں "سلطان الاخبار" پر مقدمہ چلایا گیا۔(۳)

"سلطان الاخبار" کے مدیر رجب علی حسینی کی انگریزی حکومت کی مخالفت کا اندازہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے درج ذیل اقتباسات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

"سلطان الاخبار" اس دور کی صحافت میں ایک منفرد حیثیت کا مالک تھا۔ اس نے بے دھڑک اطلاعات قارئین تک پہنچائیں اور جس حد تک ممکن تھا، حالات پر تبصرہ بھی کیا، حکومتِ وقت کے ہتھکنڈوں پر نکتہ چینی بھی کی۔ غرض ثابت کر دکھایا کہ برے سے برے حالات میں بھی جرات رندانہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔ "سلطان الاخبار" پہلا اخبار تھا جس نے اَودھ کی نوابی حکومت کا مقابلہ برطانوی علاقہ کے نظم ونسق سے کیا اور اس رائے کا اظہار کیا کہ مملکت انگریزی میں لوگ زیادہ پریشان ہیں۔ ۹۔ اگست ۱۸۳۵ء کے پرچے میں درج کیا:
اگر انصاف و تعصب را راہ نہ دہم، زمینداران مملکت انگریزی پریشاں حال و رعیت مملکتِ اَودھ فارغ البال قتل نفوس بنی آدم در یک شہر کلکتہ بیشتر و در اقلیم اَودھ کمتر۔"(4)

اس حریت پسند، قوم پرور اور وطن پرست اخبار کے جانباز، بے باک مدیر نے انگریزوں کے خلاف اپنی شعلہ بیانی کے ایسے جوہر دکھائے کہ اس کی کوئی دوسری مثال مفقود ہے۔ یہ اخبار انگریز حکمرانوں کو جس تیز و تند اور تلخ لب و لہجہ میں مخاطب کرتا تھا، اس کے لیے "سلطان الاخبار" کا یہ اقتباس پڑھ لینا کافی ہے:

"ان دنوں جتنے راجہ ہیں، سب نے بالاتفاق بھی اس مضمون کی تحریر کی ہے، جرات کی تقریر

کی ہے اور جو سرکار کمپنی خلافِ عہد وخواہش رؤسائے ہندوستان کی ریاست بہ جبر لیتی ہے (تو اس کے سبب) ایک تو خلقت بے کاری سے مرتی ہے دوسرے بھی بسائی بستیاں سرکار ویران کیے دیتی ہے۔ اس باعث سے ہم لوگوں نے باہم ہر ایک کو فساد (جہادِ آزادی) پر آمادہ کیا ہے۔ ہمارا ملک اگر لیں گے تو جان دینے کا ارادہ کیا ہے۔ خلاف عہد وپیمان اگر ریاست لینے پر سرکار کو اصرار ہے تو یہاں بھی ہر میدان پر ہر ایک جان دینے کو تیار ہے۔ جس دم معرکۂ کارزار کی گرم بازاری ہوگی، دیکھ لینا کمپنی کو ذلت وخواری ہوگی۔ بادشاہ اولوالعزم کو پاسِ تحریر اور خیالِ تقریر ضروری ہے۔ بدعہدہ میں بلٹر (ہنگامہ) مچے گا۔ ایک عالم مستعدِ فتور ہے۔ (۵)

دراصل "سلطان الاخبار" محض ایک اخبار نہیں بلکہ ایک ایسی تحریک تھی جس نے محبانِ وطن کے دل ودماغ میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ جس کے کلمہ حق کے سبب بالآخر ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ نمودار ہوئی۔ "سلطان الاخبار" کے اس کلمۂ حق کے بارے میں محمد افتخار کھوکھر رقم طراز ہیں:

"اس دور میں جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف معمولی خبر شائع کرنا بھی بڑے دل گردے کی بات تھی، "سلطان الاخبار" بڑی جرات وبے باکی کے ساتھ انگریزوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف کلمۂ حق بلند کرتا رہا۔" (6)

اس طرح جب شمالی ہندوستان کا پہلا اور ہندوستان کا دوسرا "اُردو اخبار" مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر نے ۲۸/ فروری ۱۸۳۷ء کو دہلی سے شائع کیا تو اس میں دوکالمی صفحۂ اول پر "حضور والا" کے عنوان سے آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے بارے میں روزنامچہ چھپتا تھا جب کہ دوسرے کالم میں "صاحب کلاں" کے عنوان سے ایسٹ انڈیا کمپنی سے متعلق خبریں اور اعلانات شائع ہوتے تھے۔ یہ اخبار ابتداً مغلیہ دربار اور کمپنی بہادر سے متعلق خبروں اور دیگر امور کی اشاعت کو یکساں طور پر جمع کر دیتا تھا لیکن چند برسوں میں ہی انگریز حکام کی بڑھتی ہوئی ناانصافیوں اور ملک دشمنی کو دیکھ کر اس نے انگریزوں کے تئیں نرم پالیسی میں نمایاں تبدیلی کر دی۔ ایک بار چوری کے واقعات شہر میں زیادہ بڑھ گئے تو مولوی باقر نے پولیس حکام پر غفلت اور چوروں سے سازباز کا الزام لگاتے ہوئے لکھا:

"ظاہر ہے چوروں سے سازش رکھتے ہیں وگرنہ ممکن نہیں کہ ہر شب بے سازش پاسبان اور اربابِ پولیس کے (چور) چوری کی ہمت کرسکیں۔ (7)

اس زمانہ میں حالات اتنے خراب ہوگئے تھے کہ گھر میں چوری ہو جانے پر پولیس میں رپورٹ لکھوانے کے لیے کوئی شخص پولیس تھانے پر جاتا تھا تو اس کے خلاف ہی مقدمہ قائم کرنے کی دھمکی دی جاتی تھی۔ اس پر اخبار میں لکھا گیا:

اب نوبت (یہ) ہے کہ لوگ ڈر کے مارے زبان پر حرف چوری کا نہیں لاتے اور حکام کچھ نہیں کرتے۔ (۸)

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ اخبار انگریز مخالفت میں پیش پیش نظر آنے لگا۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں انگریزوں کے خلاف اس اخبار کی شعلہ بیانی آسمان پر پہنچ گئی۔ اس بات کا اندازہ "دہلی اُردو اخبار" کے ۱۷/ مئی ۱۸۵۷ء کے شمارہ میں شائع شدہ میرٹھ کی باغی پلٹن کی اس خبر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

"۱۱/ مئی ۵۷ء مسیحائی کو کہ بباعثِ موسم گرما اوّل وقت کچہری ہورہی تھی، صاحب مجسٹریٹ محکمہ عدالت میں سرگرم حکمرانی تھے اور سب حکام اپنے محکموں میں سرگرم

اجرائے احکام تھے۔۔۔ سات بجے کے بعد میری بحری یعنی داروغۂ پل نے آن کر خبر دی کہ صبح کو چند ترک سوار چھاؤنی میرٹھ کے پل سے اتر کر آئے اور ہم لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنے لگے۔۔۔ تمام کچہری اور عملہ میں کھلبلی پڑ گئی۔ صاحب مجسٹریٹ معلوم ہوا کہ کمشنر کے پاس گئے۔ اسی اثنا میں سنا گیا کہ دو ترک سوار زیر قلعہ مبارک پیش جھروکہ جمع ہیں اور حضور والا حضرت ظلِ سبحانی سے مستدعی وخواستگار ہیں کہ قلعۂ معلیٰ میں بار پاویں۔۔۔ تھوڑی دیر میں سنا کہ انگریز قلعہ میں چلے آئے۔ حضور اقدس بھی دستار مبارک زیب سر اور شمشیر ولایتی زیب کمر فرما کر تشریف فرمائے دربار ہوئے۔ شہر میں غل ہو گیا کہ فلاں انگریز مارا گیا اور فلاں انگریز وہاں پڑا ہے۔۔۔ حقیر بہ جانب میدان نصیر گنج چلا۔ وہاں پہونچا تو دیکھا کہ فخر المساجد کے آگے بیس پچیس تلنگہ منفرد کھڑے ہیں اور لوگ ان کو طرف مسجد کے اشارہ کرتے ہیں۔ غرض دیکھا کہ چند تلنگہ مسجد میں گئے اور پیہم بندوقیں مار کر سب کو وہاں بندوق کی راہ سے سیدھا ملک عدم پہونچا دیا اور تھوڑی دیر کے بعد حقیر بر طرف میگزین گیا تو مسجد نواب حامد علی خاں سے آگے بڑھ کر دیکھا کہ نکسن صاحب سرِ دفتر کمشنری کا لاشہ پڑا ہے۔ سنا گیا کہ ٹیلر صاحب پرنسپل مدرسہ بھی یہیں بند تھے۔ اس دن تک کچھ آب ودانہ باقی تھا اور کوئی دن دنیا کی ہوا کھانی تھی کہ دوسرے دن یوم سہ شنبہ قریب دو پہر اسی تھانے کے علاقے میں مارے گئے۔ یہ شخص مذہب عیسوی میں نہایت متعصب تھا۔

اس کے بعد دہلی اُردو اخبار میں سور کی جربی کے کارتوس استعمال نہ کرنے پر میرٹھ کے زیرِ عنوان سپاہیوں کی بغاوت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مولوی باقر نے لکھا ہے:

"بجرم انکار ۸۵ سپاہی اس میں سے قید ہوئے کہ یوم یکشنبہ کو حمیت دینی اور حمیت مذہبی نے جوش کیا اور دفعتاً تمام اہل پلٹن ورسالہ جو شخص جس حال میں تھا ہتھیار سنبھال کر اوّل جیل خانہ سے اپنے برادران اسلامی کو چھڑا لائے اور معہ پلٹن درپے انگریزوں اور گوروں کے ہوئے اور جہاں ملے تہ تیغ کیا۔ حتیٰ کہ سب انگریز اور مضطر و مدمہ میگزین میں محصور ہوئے اور غازیان نامی راہی دہلی ہوئے۔"

اسی سلسلہ میں "دہلی اُردو اخبار: میں روڑکی میں باغی سپاہیوں کے ہاتھوں انگریزوں کی ہلاکت کی بھی خبر اسی شمارہ میں شائع ہوئی:

"روڑکی سے ایک پلٹن وہاں کے انگریزوں کو مار کر اس طرف آئی تھی کہ میرٹھ میں ان سے گوروں کا سامنا ہوا۔ تائید الٰہی واقبال شہنشاہی پلٹن نے ان لوگوں کو پسپا کر کے شکست دے دی وہ لوگ پھر اپنے دمدمہ میں گھس گئے اور دو سو گورے مارے گئے۔"

اس کے علاوہ "دہلی اُردو اخبار" کے ۲۴/ مئی ۱۸۵۷ء کے شمارہ میں مولانا محمد حسین آزاد کی درج ذیل نظم "تاریخ انقلابِ عبرت افزا" کے زیر عنوان شائع ہوئی جس کے یہ اشعار کافی اہمیت کے حامل ہیں:

ہے کل کا ابھی ذکر کہ جو قومِ انصاری
تھی صاحبِ اقبال و جہاں بخش و جہاندار
اللہ ہی اللہ ہے جس وقت کہ نکلے

آفاق میں تیغ غضب حضرت قہار
کام آئے نہ علم و ہنر و حکمت و فطرت
پورب کے تلنگوں نے لیا سب کو یہیں مار
اس واقعہ کی چاہی جو آزاد نے تاریخ
دل نے کہا "قل فاعتبروا یا اولی الابصار"

اس کے بعد "دہلی اُردو اخبار" میں اُتّر پردیش کے مختلف اضلاع کی خبریں شائع ہوئیں جن کی اجمالی کی تفصیل یہ ہے:

کول (علی گڑھ)

سنا گیا ہے کہ چار کمپنیاں کول کی بھی انگریزوں کا کالا منہ کر کے حضور سلطانی میں آحاضر ہوئیں، یعنی جو انگریز پایا، اوسے موت کے گھر پہونچایا اور خزانہ خوب لٹایا۔ تمام رعایا نے وہاں خوب لوٹا۔

بلند شہر

(اس شہر) میں بھی سنا کہ سپاہ نے انگریزوں کو مار ڈالا۔۔۔ قیدی جیل خانہ کے تمام چھوٹ گئے اور کوٹھیاں انگریزوں کی تباہ و برباد ہوئیں۔

کانپور

کانپور کا حال بھی مثل سب جگہ سنا گیا۔ جہاں انگریزوں کو پایا جاتا ہے، مارا جاتا ہے۔

لکھنؤ

سنا جاتا ہے کہ لکھنؤ میں انگریزوں کا وہی حال ہوا جو کہ یہاں دہلی میں دیکھا گیا۔

آگرہ

آج کل یہ افواہ ہے کہ محل جنابہ بیجابائی کا آگرہ میں آزاد ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خود انگریزوں نے ان کو سونپ دیا۔ امید ہے غازی وقت مددپانے غازیوں کی بہ عنایت الٰہی گوروں کو دم بھر میں چھانٹ ڈالیں گے۔

سکندرہ

وہاں کا خزانہ بھی لٹ گیا، انگریز مارے گئے، دفتر جلا دیا گیا۔

غازی آباد

گوجروں نے کسی طرح ایک دو توپ قبضہ میں کر کے غازی آباد کو اڑا دیا اور خوب لوٹ کی۔

میرٹھ

انگریزوں پر غضب الہیٰ ہے۔ کل بن مارے وہ خود بخود مر جائیں گے یا مارے جائیں گے۔

یہ اخبار ابتدائی مرحلہ پر "دہلی اخبار" کے نام سے شائع ہوا تھا، لیکن 10 / مئی 1840ء کو اس کا نام تبدیل کر کے "دہلی اُردو اخبار" رکھا گیا جب کہ مغلیہ حکومت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی خواہش اور اجازت سے مولوی باقر نے اپنے اخبار کا نام آخر میں "اخبار الظفر" رکھ دیا جو 1857ء کی جنگ آزادی تک مسلسل جاری رہا، لیکن اس اخبار کی انگریز دشمن پالیسی میں مطلق تبدیلی رونما ہوئی۔ "اخبار الظفر" کے نویں شمارہ میں الہٰ آباد کے بارے میں یہ خبر شائع ہوئی:

رعایا اور سپاہ موجود الہٰ آباد نے، بالکل صفائی نصاریٰ کی، خش و خاک کفرستان میں کر ڈالی اور اصلاً کچھ خدشہ اور فرخشہ باقی نہیں رہا یعنی

ایک گوری رنگت یا کالی رنگت کرسٹان تک خورد و کلاں ہلاکت سے نہیں بچا۔

الغرض مولوی محمد باقر کو 16 / ستمبر 1857ء کو انقلاب کی ناکامیاں کے بعد اشتعال انگریز مخالف صحافتی سرگرمیوں کے سبب محض اس الزام میں جامِ شہادت پینا پڑا کہ انھوں نے دہلی کالج کے انگریز پرنسپل ٹیلر کو اپنے گھر یا امام باڑے میں انقلاب کے دوران پناہ نہیں دی۔ اس سلسلہ میں بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی تصنیف "مرحوم دہلی کالج" اور آغا محمد باقر کے "نقوش"، لاہور کے شخصیات نمبر، 1955ء میں شائع شدہ مضمون "محمد حسین آزاد" کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مولوی محمد باقر کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا، ان کا گھر بحقِ سرکار ضبط کیا گیا اور لوٹ لیا گیا، مولانا محمد حسین آزاد کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے۔

اس واقعۂ جانگداز کے بارے میں جہاں آرا بیگم نے حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ ٹیلر کس طرح مولوی محمد باقر کے گھر پہنچا اور باغی سپاہیوں اور مجاہدینِ آزادی کو جیسے ہی اس کی خبر ملی تو انھوں نے فوراً ہی ان کا گھر گھیر لیا اور زبردست ہنگامہ برپا کر دیا، تبھی بقولِ جہاں آرا بیگم:

> "ٹیلر صاحب باہر نکل آئے اور ایک لاکھ پچھتر ہزار کے نوٹ مولوی صاحب کو دے دیے اور ان نوٹوں پر اپنے دستخط کر دیے اور یہ لکھ دیا کہ یہ رقم میں نے بطیب خاطر مولوی صاحب کو نذر کی ہے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مسٹر ٹیلر جوں ہی باہر نکلے، ان کو قتل کر دیا گیا۔ جب غدر کی فتنہ انگریزی ختم ہوئی تو مولوی صاحب نے اپنی دیانتداری کا ثبوت دیا اور وہ تحریر اور دستخط شدہ نوٹ ہڈسن صاحب کے پاس لے گئے اور ان کی زبان سے تمام واقعات نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً ہڈسن نے سوال کیا ٹیلر کہاں ہے؟ اس کا صاف اور سچا جواب ملنے پر (وہ) چراغ پا گیا اور فوراً حکم دیا کہ گولی مار دو۔ حکم کی دیر تھی کہ مولوی باقر کی لاش وہیں تڑپنے لگی اور جاں بحق ہو گئے۔"(۹)

اس کے برعکس سر عبدالقادر نے مولوی محمد باقر کے شہادت کے واقعہ پر کچھ اس طرح روشنی ڈالی ہے:

> "ٹیلر نے مولانا کے مکان سے نکلنے سے پہلے انھیں کاغذات کا ایک بنڈل دے کر کہا کہ اگر دہلی پر انگریزی فوج کا قبضہ ہو جائے تو جو انگریز پہلے ملے، یہ بنڈل اس کے حوالے کر دیا جائے۔ جب مولانا باقر نے یہ بنڈل انگریز کرنل کے سپرد کیا تو کرنل نے بنڈل پر لاطینی زبان میں ٹیلر کی لکھی ہوئی سطور دیکھیں۔ مولوی محمد باقر نے پہلے پہل مجھے اپنے مکان میں پناہ دی لیکن پھر حوصلہ ہار بیٹھے اور میری زندگی بچانے کی کوشش نہیں کی۔ اس پر کرنل نے فوراً مولانا کو گولی سے اڑا دیا۔"(۱۰)

اس کے بعد دہلی سے ۱۸۴۱ء میں ہفتہ وار فارسی اخبار "سراج الاخبار" جاری ہوا جو بہادر شاہ ظفر کے محل سے ہی شائع ہوتا تھا۔ اسے مغلیہ دربار کے روزنامچہ یا سرکاری گزٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہ اخبار ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران برابر شائع ہوتا رہا۔ اس سے ہندوستان کے اس پُر آشوب زمانہ کے نامساعد اور دگرگوں حالات کی پوری تصویر اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ یہ ۹ اور ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کی بات ہے جب میرٹھ (اُتّر پردیش) میں تعینات کمپنی بہادر کی گیارھویں اور بیسویں پیدل رجمنٹ کے ساتھ ہی تیسری رجمنٹ کے دیسی سپاہیوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا اور پھر رات بھر پیدل چلتے اور انگریز حکام کو قتل کرتے ہوئے میرٹھ سے دہلی جا پہنچے جہاں جمنا کے کنارے لال قلعہ کی مشرقی دیوار کے نیچے ڈیرے ڈال کر آخر مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر سے ملاقات کے لیے بڑی بے صبری اور بے قراری سے انتظار کرنے لگے۔ اس سلسلے میں "سراج الاخبار" نے اس واقعۂ جانکاہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ۱۱ مئی

۱۸۵۷ء کے شمارہ میں تفصیل سے لکھا جو ہے، اس کا اردو ترجمہ یوں ہے:

آٹھ بجے کے بعد خبر ملی کہ ضلع میرٹھ کی انگریزی فوج کے سوار اور پیادوں نے وہاں کے حکام وقت سے سرتابی کی ہے اور اپنے افسروں کو قتل کرنے کے بعد جوق در جوق جھروکہ کے نیچے حاضر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور جھروکوں کے نیچے در کھولنے کے لیے آوازیں لگا رہے ہیں۔

یہ خبر سنتے ہی بادشاہ نے شرف الدولہ بہادر کو یاد فرما کر لکھ دیا کہ قلعہ بہادر (کیپٹن ڈگلس) کو اس ماجرے کی اطلاع دی جائے۔ قلعہ دار انگریز بہادر نے (بادشاہ سے) اجازت چاہی کہ جھروکہ کے نیچے جا کر اس گروہ کثیر کو روکے لیکن حضور پرنور نے جو حکمت پناہ بھی ہیں، اسے اس ارادہ سے باز رکھا اور گھر واپس جانے کے لیے فرمایا۔ اس تردد میں دو ایک ترک سوار ان سپاہیوں کی سازش سے اندر گھس آئے جو دروازے کے پہرے میں متعین تھے۔ اس کے بعد ان تلنگوں نے جو پہرے پر متعین تھے، قلعہ مبارک کے دونوں دروازے بلکہ شہر پناہ کے دروازے بھی کھول دیے۔ پھر تو (باغی سپاہیوں کے) اس گروہ کے لوگ دروازے سے قلعہ کے اندر گھس آئے اور (تبھی سپاہیوں کے حملہ سے) قلعہ دار اور میمیں خاک و خون میں تڑپنے لگیں، بلکہ تمام انگریز، خواہ اہل سیف تھے یا اہل قلم، موت کے گھاٹ اتار کر ان کے مکانوں کو آگ لگا دی۔ دوپہر کے قریب گروہ (در) گروہ حضور (کی خدمت میں) حاضر ہو کر التماس کی کہ فرزندان والا تبار کو ہمارا افسر مقرر کیا جائے تاکہ ان کی مدد سے شہر کا انتظام ہو سکے۔ (اتنا سنتے ہی) شہنشاہ دیں پناہ نے ہر چند بحر حیرت میں ڈوب کر فکر کی، غواصی کو مگر بجز اس کے اور کوئی در شہوار ہاتھ نہ آیا کہ نظم و نسق شہر کی خاطر برخورداران کامگار کو فوج کا افسر بنایا جائے۔ کوچہ اور بازار کا خاطر خواہ بندوبست کرنے کی یہی ایک صورت نظر آئی کیوں کہ ڈر تھا کہ اس گروہ نے دانش کے ہاتھوں رعایا و برایا کے خرابی لگے گی۔ اس امر سے پہلو تہی کرنا اور دامن کو بچانا شہر اور شہر کے باہر کی غریب رعایا کے خرمن ہستی کو جلانا تھا۔''

یہ زمانہ وہ تھا جب انگریز پرست ہندوستانیوں کے دل میں بھی ملک کی آزادی کی تڑپ اور چاہ بدرجہ اتم موجود تھی۔ دہلی کالج کے استاد اور اس کالج سے تعلیم یافتہ ماسٹر رام چندر کو ہی لیجیے۔ انگریز پرستی کا جذبہ ان کے دل و دماغ میں اس درجہ طاری ہوا کہ انھوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا لیکن انھوں نے ۱۸۴۵ء میں دہلی سے جب اپنا پندرہ روزہ اخبار ''فوائد الناظرین'' جاری کیا تو ان کے دل میں جاگزیں وطن پرستی کا جذبہ بہرحال قرطاس ابیض پر یوں رقم ہوتا ہی گیا:

''کم ہمتی جو اہل ہند کا خاصہ ہے اور اس کے باعث وہ ہمیشہ غلامی میں رہتے ہیں اور دیکھیے کب تک رہیں گے۔ ان کو آزاد گورنمنٹ کا تصور ہی نہیں (اس لیے اہل وطن کے لیے) مطالعہ تاریخ آزاد قوموں کا، سب سے زیادہ ضروری ہے کیوں کہ ان کی عالی ہمت اور حب الوطنی کو دیکھ کر انھیں بھی عزم (لاحق ہو) اور داغ غلامی سے بری ہوں۔ دیکھیے ہندوستان کے دن کب پھرتے ہیں۔''(11)

دہلی سے ہی اس کے بعد "صادق الاخبار" کے نام سے پانچ اخبار شائع ہوئے جن میں سید جمیل الدین خاں کے "صادق الاخبار" کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ اخبار جنوری ۱۸۵۴ء میں جاری ہوا تھا جس کے شمارے نیشنل آرکائیوز، نئی دہلی میں محفوظ ہیں۔ یہ اخبار وہ ہے جس نے اپنی شعلہ بیانی سے تحریک آزادی کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور دیسی سپاہیوں اور مجاہدین آزادی کے جوشِ جہاد میں غیر معمولی شدت پیدا کر دی۔ اس اخبار کی جلد 4 کے شمارہ اوّل میں شاہ ایران کا یہ اعلان شائع ہوا تھا:

شاہ نصیر الدین والی ایران نے ایک اعلان جاری کیا۔ مضمون اس کا یہ ہے کہ تمام سپاہ فارس جمع ہو کر سرحدات ملک ایران میں برائے مقابلہ و مقاتلہ دشمنان مذہب یعنی انگریزان ۔۔۔ اب چاہئے کہ تمام پیر و جوان خورد و کلاں، عقلمند اور جاہل، کسان اور سپاہی بغیر از تامل تائید کریں اپنے ہم مذہبوں کی اور ہتھیاروں سے جسم کو آراستہ رکھیں اور ایک "جھنڈا محمدی" گاڑ دیں اور تمام ہم قوموں کو جہاد کی اطلاع دیں۔ تا اضلاع افغانستان کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور زیر حکم سردار سلطان احمد خاں اور سردار شاہ ودلہ خان اور سردار سلطان علی خاں ہندوستان کو جائیں۔ خدا نے چاہا تو فتح مند ہوں گے اور انگریزوں کا ٹھکانہ لندن سے ورے نہ رکھیں گے۔ امیر دوست محمد خان کہا کرتا تھا کہ اگر سپاہ ایران انگریزوں پر چڑھائی کرے گی تو میں بھی زور زور سے اس میں شریک ہوں گا۔ اب وہ وقت آن پہونچا ہے کہ اگر مر جائے تو شہادت پائے اور اگر زندہ بچے تو غازی کہلائے۔ بہر حال جہاد اچھی چیز ہے۔ شاہ ایران نے ایک نامہ بھی امیر دوست محمد خان کے نام ان مضمون میں بھیجا۔

نامہ:

"اے امیر، تو انگریزوں سے شریک ہو کر بے ایمان ہو گیا مگر تم از راہِ مسلمانی تجھ کو فہمائش کرتے ہیں کہ اس قوم سے علاحدہ ہو اور ہم سے مل کر تدبیر غارت کرنے انگریزوں کی کر اور کل اہلِ اسلام بھی کہتے ہیں کہ امیر (دوست محمد خاں) نے انگریزوں سے مل کر مسلمانوں کا نام ڈبویا۔ اگر تجھ کو طمع زر ہے تو ہم سے دو چند لے اور کیا تو نے نہیں سنا کہ اس قوم (فرہنگ) نے ہندوستانی مغل شہزادوں سے کیا کیا بد عہدیاں ظاہر کیں۔ امیر (دوست محمد خاں) نے اس نامہ کی بڑی تعظیم کی اور آپ ادھر آنے کا قصد کیا اور شاہ ایران ہرات میں داخل ہو گیا اور سپاہ قندھار نے فوج انگریزی کو، جو آگے بڑھتی تھی، ہلاک کر دیا۔ کئی ہزار سپاہ نے (پشاور میں) انگریزوں کو قتل کیا۔ سپاہِ اہلِ اسلام جابجا تھانہ، بادشاہی تابہ لاہور بٹھاتی چلی آئی ہے اور ارادہ رکھتی ہے کہ بعد فتح لاہور مقام پٹیالہ اور دیگر مقامات پر دشمنان شاہی کو زیر و زبر کر (دہلی پہونچ) کر قدم بوسی حضور انور (بہادر شاہ ظفر) حاصل کرے۔ سنا گیا ہے کہ اب گورے اور انگریز تمام پنجاب میں باقی نہیں رہے"(13)

اس کے بعد اس شمارے میں "اخبار مقامات مختلفہ" کے زیر عنوان اُتر پردیش کے بعض اضلاع بالخصوص وارانسی، الہٰ آباد، لکھنو، میرٹھ اور آگرہ وغیرہ کے حالات بہت ہی تفصیل سے درج کیے ہیں۔ اس اخبار کے مدیر نے بتایا کہ انگریزوں پر دیسی سپاہیوں کا اتنا خوف طاری ہوا کہ شمالی ہند کے لفٹنٹ گورنر نے اپنی فوج میں کالا آدمی ایک بھی نہیں رکھا۔ سو اس کو گورنر کلکتہ نے اس کے عہدہ سے برطرف کیا۔ اس

اخبار کے جانباز مدیر کی بے باکی و حریت پسندی کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت اُتر پردیش میں انقلابی وسیاسی حالات کیا تھے:

> ”بنارس (وارانسی) میں وہاں کے راجہ کا انتظام دور دور تک بخوبی ہو گیا اور کانپور میں نواب محمد علی خان بہادر عرف ننھے نواب نے دو پلٹنوں تلگانہ سے اپنا بندوبست کر لیا اور سپاہ (انقلاب) سے وعدہ کیا کہ ہم بعد نظم دہلی کو برائے مشرف ملازمت حضور اقدس چلیں گے اور الہٰ آباد میں جب سے انگریز مارے گئے، کوئی حاکم مقرر نہیں ہوا۔ کہتے ہیں کہ تمام پورپ میں دین دار لوگوں نے فرنگیوں اور ان کے زن و بچہ کو چن چن کر قتل کیا اور ایک انگریز نام کو بھی باقی نہ رکھا۔ لکھنو میں درمیان مچھی بھون کے انگریزوں نے یہ بہانے ستائے مژدۂ لندن جمیع مدعیان سلطنت اور اعیان ریاست کو بلا کر مقید کر لیا اور آپ بھی اس میں قید ہیں۔ باہر گوروں کا پہرہ ہے۔ کوئی شہر کا کالا آدمی اندر جانے نہیں پاتا لیکن باشندے وہاں کے اس تدبیر میں ہیں کہ جس طرح بنے، ان لوگوں کو منگوا (رہا کروا) لیجئے اور مصطفیٰ شاہ برادر شاہ (واجد علی) اَودھ کو بادشاہ یہاں کا بنادیجیے۔ میرٹھ میں کل تین سو گورے معہ چند افسران انگریزی بمقام دمدمہ محفوظ ہیں۔ کوئی متنفس شہر میں نہیں نکلتا اور کچہری دربار کا ذکر۔۔۔ آگرہ میں گورا اور فرنگی اور کرسٹان قلعہ کے اندر گھرے ہوئے ہیں۔“

”صادق الاخبار“ کے جانباز مدیر نے ”خبر دہلی“ کے عنوان سے دہلی کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد اپنے اسی شمارہ میں مزید تحریر کیا:

> سولہویں رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ کو پانچ ترک سوارانِ فرشتہ منش نے انگریزوں کا راج پاٹ ہند سے اٹھا دیا، گویا تخت حکومت الٹ دیا اور ہمارے حضرت قدر قدرت (بہادر شاہ ظفر) بہ یاوریِ طالع از سرِ نو تخت شاہی پر بیٹھے۔ آخر کار گورے بھاگ نکلے۔ لشکر مظفر جب کوئی مقابل نہ پایا تو تین سو گھوڑے اور کچھ چھکڑے رسد وغیرہ اپنے قبضہ میں کر قصد بازگشت کیا۔ سنا گیا ہے کہ گورے اس لڑائی میں بہت مارے تھے۔ (13)

اس سے قبل ”صادق الاخبار“ میں جانباز مجاہدین اور سر فروشانِ وطن کی انگریزوں کے خلاف زبردست معرکہ آرائی کی خبر انتہائی دلیری اور جواں مردی کے ساتھ درج ذیل عنوان سے شائع کی تھی:

خبر فتح لکھنؤ:

> لکھنؤ کے جمیع انگریزوں کو وہاں کی فوج نے تہ تیغ بیدریغ کیا اور مچھی بھون وغیرہ مکانات اَودھ میں قبضہ اپنا کر لیا۔ (14)
>
> ان دنوں لکھنؤ قوم نصاریٰ سے بالکل خالی ہے اور بندوبست وہاں مصطفیٰ علی شاہ بردار حقیقی (نواب واجد علی شاہ) اودھ کا ہے۔ (15)

مصطفیٰ علی شاہ دراصل نواب واجد علی شاہ کے حقیقی بڑے بھائی تھے جنھیں ان کے والد نے فاتر العقل ہونے کے سبب جانشینی کے حق سے محروم کر دیا تھا۔ انقلاب کے دوران انگریزوں نے اَودھ کے آخری حکمران نواب واجد علی شاہ کو بارک پور میرٹھ میں برپا ہونے والے انقلاب میں ان کے ہم نواؤں کے ملوث ہونے کے شک میں فورٹ ولیم میں نظر بند کر دیا تھا جنھیں انقلاب کی ناکامی کے بعد ہی رہائی ملی۔ ”صادق الاخبار“ کے مدیر سید جمیل الدین کو انگریز دشمن تحریروں کے سبب بغاوت کے الزام میں تین سال قیدِ بامشقت کی سزا سنائی گئی۔

اس زمانے میں نواب واجد علی شاہ کے سچے پرستاروں اور ہم نواؤں میں فرنگی محل لکھنؤ کے مولوی محمد یعقوب انصاری کو کافی اہمیت حاصل تھی۔ انھوں نے نواب واجد علی شاہ کی اَودھ کی حکمرانی سے ۱۸۵۶ء میں معزولی کے خلاف پوری قوت سے صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے لکھنؤ سے ۲۵ جولائی ۱۸۵۶ء کو ایک اخبار "طلسم لکھنؤ" جاری کیا۔ اس اخبار میں انگریز حکام کے خلاف شائع ہونے والی تیز تند اور ترش تحریروں کا اندازہ اس اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

> جس دن سے نواب واجد علی شاہ کی سلطنت نہ رہی۔ شہر بگڑا، چوروں کی بن آئی۔ کسی میں حالت نہ رہی۔۔۔ اس اندھیر پر ایک مثال یاد آئی ہے کہ اندھے کی جورو کا خدا ہی رکھوالا۔ اس نابینائی پر یہ حکومت اندھیر ہے۔ صاف اندھے کے ہاتھ بیٹر ہے۔ روز باتیں عجائب ہیں۔ (16)

نواب واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد لکھنؤ میں قیصر باغ میں واقع چینی بازار کی شاہی عمارتوں سے محلات کو بے دخل کرنے کے لیے انگریز کمشنر نے حکم دے دیا۔ ان شاہی محلات کی بے دخلی کے معاملات کو مولوی محمد یعقوب انصاری نے "طلسم لکھنؤ" میں جس درناک اور کرب ناک انداز میں جس دلیری اور بے خوفی سے شائع کیا اس کی مثال مفقود ہے:

> "شباشب مع اسباب (شاہی محلات) کو اٹھایا۔ رات کے سبب سے جو کاٹھ کباڑ باقی رہا، وہ چینی بازار کے تھانہ دار کی تاکید سے اٹھا۔"

اس واقعۂ جانکاہ کو سن کر اہلِ لکھنؤ کو جس قدر صدمہ ہوا، اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار میں آگے لکھا:

> زمانہ کی گردش نے عجب ویرانی دکھائی۔ تمام خلق کو رقت تھی۔ یہ حیرانی دیکھ کر حسرت تھی۔ دیکھنے والوں کا دل کڑھتا تھا مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ایک دوسرے کا منہ تکتا، روتا بلکتا تھا۔(17)

یہ ۴/ جولائی ۱۸۵۶ء کی بات ہے کہ لکھنؤ کے بعض باشندوں کے کچھ خام و پختہ مکانات جو گڑھیا کے پہلو میں واقع تھے، زمین دوز کرنے کا انگریز حکام نے حکم دے دیا۔ اس ناانصافی اور زیادتی کے خلاف مولوی محمد یعقوب انصاری نے اپنے اخبار میں آگے لکھا:

> "وہاں کھودنے کا حکم دیا اور مہلت ایک ساعت کی رعایا کو نہ دی۔ ان کی زار نالی پر التفات نہ کیا۔ ایک پٹ ہوئی بلند مسجد کو انگریز افسر پلٹن نے اپنی سکونت کا مکان ٹھہرا کر تینوں دروں میں دروازے لگائے۔۔۔ دوسری قناتی مسجد۔۔۔ بالکل۔۔۔ پٹ گئی۔ فقط پشت کی جانب سے نشان معلوم ہوتا ہے۔"(18)

نواب واجد علی شاہ کی اَودھ کی حکومت سے معزولی کا معاملہ برطانوی پارلیمنٹ میں جب زیرِ بحث آیا تو "طلسم لکھنؤ" میں اس کی روداد بھی شائع کی گئی:

> "ایک صاحب عالی شان ممبر دربار پارلیمنٹ نے سرو قد کھڑے ہو کر یہ سوال کیا کہ انتزاع ملک اَودھ سرکار کمپنی سے بجا ہوا یا بیجا، سب اہالیان پارلیمنٹ نے متفق الفاظ میں جواب دیا کہ کوئی اس ضبطی کو نہ اچھا کہتا ہے اور نہ کہے گا۔۔۔ جب (شاہ لکھنؤ اور شہنشاہ انگلستان کے درمیان ہوئے) عہد نامے پڑھے جاتے، دانا دوربین انگشت حیرت دانتوں میں دباتے تھے۔ اتنے میں ممبران پارلیمنٹ نے کہا، اے صاحبو! لارڈ ڈلہوسی کی کارروائی ضبطیِ ملک لکھنؤ کے باب میں قابلِ منظوری ہے یا نہیں؟ سبھوں نے جواب دیا کہ جب تک تعمیلِ عہد

نامہ جات کی تحقیقات قرار واقعی نہ ہو،اس باب میں حکم ناطق نہیں ہو سکتا۔ سرکار کمپنی نے ملک لکھنؤ کو بے وجہ ضبط کر لیا ہے۔ہم چاہتے ہیں اس کارروائی ناجائز کو نہ ہونے دیں اور انصاف پر متوجہ ہوں۔"(19)

"طلسم لکھنؤ" میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر،ان کے ولی عہد، قلعہ معلیٰ میں ولی عہد کے تنازعہ کے ساتھ ہی پھول والوں کی سیر کے میلہ اور دہلی سے متعلق دیگر فوجی اور سیاسی خبریں برابر شائع ہوتی رہتی تھیں۔ہندوستان میں جب انقلاب برپا ہوا تو "طلسم لکھنؤ" کے مدیر نے مجاہدین آزادی کی انقلابی سرگرمیوں کی اشاعت کو اولین ترجیح دی۔اس طرح انگریزوں کے خلاف ان جوش و جذبہ کو بار انگیختہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔اس سلسلہ میں ڈاکٹر معین الدین عقیل نے جنگ آزادی میں صحافت کے رول کا اجمالی تجزیہ کرتے ہوے،، طلسم لکھنؤ،، کے بارے میں لکھا ہے:

"اس ہفتہ وار اخبار میں لکھنؤ اور ہندوستان اور غیر ممالک کی خبریں شائع ہوتی تھیں۔جہاں تک لکھنؤ کا تعلق تھا، وہاں کی خبریں چشم دید کا درجہ رکھتی تھیں۔اس اخبار میں اَودھ کے خاص و عام پر اور لکھنؤ کی آبادی پر خصوصاً واجد علی شاہ کی معزولی کے جو اثرات مرتب ہو رہے تھے، بآسانی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔"

اس طرح یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ 1857ء سے قبل ہی انگریزوں کے خلاف فارسی اور اُردو قلمی اخبارات سے لے کر مطبوعہ اخبارات تک نے بلا تفریق مذہب و مسلک پوری طاقت سے متحد ہو کر ایسی زبردست تحریک چلائی کہ جس نے محبانِ وطن کے دلوں میں آزادی ہند کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ ہندوستان کو بالآخر آزادی حاصل ہو ہی گئی۔

حوالہ جات

1۔ ہندوستان میں فارسی صحافت کے بانی،راجہ رام موہن رائے، سلمان علی خاں،ماہ نامہ "آجکل"، نئی دہلی، مئی1998ء، ص: 12 تا19۔

2۔ سلطان الاخبار، شمارہ نمبر1۔12/ اگست1833ء،ص2

3۔ ہندوستانی اخبار نویس(کمپنی کے عہد میں)، محمد عتیق صدیقی، علی گڑھ انجمن ترقیِ اُردو(ہند)،1957ء، ص:247 تا252۔

4۔ صحافت،پاکستان وہند میں،ڈاکٹر عبدالسلام خورشید،ص:45۔

5۔ سلطان الاخبار،بحوالہ طلسم لکھنؤ،16/ جنوری1857ء،ص2

6۔ تاریخ صحافت، محمد افتخار کھوکھر،1998ء،ص:50۔

7۔ دہلی اُردو اخبار، دہلی،19/ اپریل1841ء۔ ص2

8۔ ایضاً،12/ دسمبر1841ء،ص2

9۔ محمد حسین آزاد، جہاں آرا بیگم، ص:17،بحوالہ: تاریخِ صحافتِ اُردو، جلد اوّل، امداد صابری، ص:319-318۔

10. Famous Urdu Pets and Writers, Sir Abdul Qadir,pg.120

11۔ دلی کالج میگزین، دہلی(قدیم دلی کالج نمبر)،ص:64۔

12۔ صادق الاخبار دہلی،14/ ذی الحجہ1273ھ،ص2

13۔ صادق الاخبار، دہلی، جلد4، شمارہ1۔14/ ذی الحجہ1273ھ،ص2

14۔ صادق الاخبار، دہلی، جلد4، شمارہ4۔5/ ذی الحجہ1273ھ،ص2

15۔ طلسم لکھنؤ، لکھنؤ،16/ جنوری1856ء،ص4

16۔ طلسم لکھنؤ، لکھنؤ،25/ دسمبر1856ء،ص1

17۔ ایضاً، شمارہ1، جلد1، ص8

18۔ ایضاً، شمارہ1، جلد1، ص4

19۔ تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ، ڈاکٹر معین الدین عقیل،1976ء،ص273۔